مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ

امیر المومنین خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروقؓ

پر ہیبت شخصیت اور پر عظمت ہستی کسی دعوت اور جماعتی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اسی قدر ضروری ہے جتنا کہ رافت ولطف اور نرمی ولینت سے آراستہ داعی ورہنما۔ گویا کہ ایک جماعت کی ہیئت ترکیبی جن افراد سے تیار ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ اس کے مختلف افراد متنوع صفات کے پیکر ہوں۔ اگر صدیق اکبرؓ ایسے لطیف المزاج اشخاص ہوں تو عمر فاروقؓ جیسے حدید اور تیز طبیعت افراد بھی لابدی ہیں اور نبی ان تمام مختلف اور متضاد صفات کا جامع ہوتا ہے۔ اسی لئے اگر ایک طرف قرآن کریم نے آپ ﷺ کے نرم خو، نرمی پسند رحمۃ اللعالمین ہونے کی اطلاع دی تو دوسری جانب خود نصرت بالرعب کے خصوصی امتیاز کی بھی خبر سنائی ہے اور عقلاً بھی نبی و پیغمبر کے لئے متضاد صفات سے متصف ہونے کی ضرورت سمجھ میں آتی ہے۔ اس لئے کہ دعوت کی مرکزی شخصیت ہونے کے لئے اپنے مدعوئین کی مختلف خصوصیات کی رعایت ارشاد ورشد ہدایت ورہنمائی کی کامیابی کی اولین شرط ہے۔ بہر حال حضرت عمرؓ بہت ہی بارعب شخصیت کے مالک تھے اور اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر اپنے خلافت کے زمانے تک ان کا یہ وصف مخصوص خود ان کے لئے اور اسلام کے لئے بہت مفید اور کار آمد ثابت ہوا۔ خارجی فتنوں کے علاوہ داخلی انتشار وفشار جو عمرؓ کے بعد اچانک پھوٹ پڑا ان کے دور میں قلوب میں پرورش پارہا ہو تو پارہا ہو لیکن بظاہر وہ حجاز سے لے کر دور دور تک ایک وشئے نایاب تھا۔ دینی حمیت وغیرت کے مواقع پر حضرت عمرؓ کے لئے خاموش رہنا بہت مشکل ہوتا تھا اور ان کے فطری جوش وخروش سے ان کے رعب ودبدبہ کا امتزاج ایک عجیب کیفیت پیدا کر دیتا ہے اور خود آنحضرت ﷺ بھی ان کی حدت وسورۃ سے بے خبر نہ تھے۔ عبقریت عمر کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک روز آپ ﷺ نے صدیقؓ وفاروقؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"خداوند تعالیٰ بعض قلوب کو دودھ سے بھی زیادہ نرم بناتا ہے اور کچھ لوگوں کے دل ارادہ اور عمل کی بڑی مضبوطی رکھتے ہیں۔ ابوبکر! تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "من تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم۔" یا پھر تم عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو جنہوں نے کہا تھا کہ

:"ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحکیم ۔" اور اے عمر! تم نے بنائے نوح علیہ السلام ہو جنہوں نے قوم کی مسلسل سرکشی پر چیخ کر کہا تھا کہ :"رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا ۔" یا پھر موسیٰ علیہ السلام سے ملتے جلتے ہو جن کا نعرہ تھا کہ :"ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلایومنوا حتیٰ یرو العذاب الالیم ۔" (عبقریت عمرؓ ص ۱۱۳)

عمرؓ اسلام کے سلسلہ میں شدید تھے جس طرح کہ صدیق اکبرؓ کی نرمی و لینت دین ہی کے کاروبار میں ممتاز ہے۔ ورنہ جہاں تک حق کو قبول کرنے کا تعلق ہے تو فاروق اعظمؓ کا قلب بھی اسی قدر فراخ و وسیع ہے جس قدر کسی حق پرور کا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انعقاد خلافت کے وقت میں جب حضرت عمرؓ کی بیعت پر بعض صحابہ کرامؓ میں ان کی شدت وحدت پر چہ مگوئیاں شروع ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے جو کچھ کہا اس کا حاصل یہ ہے کہ :

"لوگو! مجھ تک یہ خبر پہنچائی گئی ہے کہ تم میری شدت مزاجی سے ڈر رہے ہو اور کہتے ہو کہ عمرؓ ہمارے معاملات میں بڑے شدید تھے۔ حالانکہ آنحضور ﷺ حیات تھے اور عمرؓ کی یہ تیزی اس وقت بھی قائم تھی۔ جبکہ حضرت ابوبکرؓ خلیفۃ المسلمین بنائے گئے۔ اب جبکہ وہ خود امیر بنائے جا رہے ہیں تو خدا جانے کیا ہو اور کیا نہ ہو؟۔ خدا کی قسم! تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں آنحضور ﷺ کے ساتھ تو آپ کا غلام و خادم تھا اور آپ ﷺ اس قدر نرم اور رافت پسند تھے کہ قرآن نے :"بالمومنین روف رحیم ۔" کہہ کر آپ کی نرم پسندی کی تصدیق کی۔ میں آپ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھا۔ جی چاہتا آپ ﷺ مجھ کو نیام میں رکھ لیتے اور طبیعت چاہتی تو آپ ﷺ مجھ کو کھینچ لیتے۔ پھر میں شمشیر براں ثابت ہوتا۔ آنحضور ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ مجھ سے راضی و خوش تھے۔ یہ میری سعادت ہے۔ الحمدللہ علی ذالك حمداً کثیراً ۔! اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کے معاملات کے مختار بنائے گئے تو ان کی نرمی کے ساتھ میری شدت کا امتزاج مفید ثابت ہوا۔ ان کے لئے بھی میرا وجود تلوار تھا یا نیام میں رکھیں اور اگر نکال لیں تو میں قاطع و براں ثابت ہوں۔ میرا ابوبکرؓ کے ساتھ یہی طرز رہا۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی اور وہ دنیا سے اٹھے تو مجھ سے خوش تھے۔ میں اس کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ لوگو! اب میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں مگر میری وہ شدت کم ہو گئی ہے۔ ہاں اہل جور و ستم و عدوان کرنے والوں کے حق میں وہی عمر ہوں اور باقی دین دار اور سلامت روی اختیار کرنے والے سوان کے حق میں تو میں بہت ہی نرم ہوں۔" (عبقریت عمرؓ ص ۱۸)

اس کے باوجود حضرت عمرؓ اپنے فطری جلال و شکوہ کو یکسر ختم نہ کر سکے اور ان کے خداداد رعب و وقار سے ہر شخص متاثر ہوتا تھا۔ مصنف نے اس موقع پر ایک دلچسپ واقعہ سنایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ :

"ایک روز جناب حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ حجامت بنوا رہے تھے۔ درمیان میں زور سے کھنکارے تو حجام حواس باختہ ہو گیا اور اس تصور سے کہ کہیں حضرت عمرؓ میری کسی بات پر نہ بگڑے ہوں بے ہوش ہونے کے قریب ہو گیا۔" (ایضاً ص ۲۵)

کیا ٹھکانہ ہے اس رعب داب کا کہ صرف کھنکارنے کی وجہ سے حجام غش کھا کر گر پڑا اور یہ تو بے چارہ پھر بھی حجام ہی تھا۔ فاروقؓ سے تو بڑے بڑے صحابہ کرامؓ بھی لرزہ بر اندام رہتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :

"ایک دن جناب حضرت سیدنا عمرؓ چلے جاتے تھے اور ان کے پیچھے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت تھی۔ اچانک سیدنا حضرت عمرؓ کو کوئی کام یاد آیا جس کی وجہ سے بڑی پھرتی کے ساتھ پیچھے مڑے تو تمام صحابہ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔" (ایضاً ص ۲۴)

بلکہ مصنف کی روایت سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضور ﷺ بھی حضرت عمرؓ کی زندگی کے اس مخصوص رخ کی رعایت فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ :

"عائشہؓ نے آنحضور ﷺ کے لئے حریرہ پکایا اور سودہؓ کو بھی کھانے کے لئے مجبور کیا۔ لیکن سودہؓ برابر انکار کرتی رہیں۔ حضرت عائشہؓ نے بڑے اصرار اور ردوقدح کے بعد تفنناً و مزاحاً حریرہ سودہؓ کے چہرے پر لگا دیا۔ آنحضور ﷺ نے حضرت سودہؓ کی طرف حریرہ بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ لو تم بھی عائشہؓ کے چہرے پر لگا دو۔ آپ ﷺ کہتے جاتے اور تبسم فرماتے اتنے میں حضرت عمرؓ ادھر سے گزرے تو آپ ﷺ کو محسوس ہوا کہ عمرؓ یہیں آئیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ نے سودہؓ و عائشہؓ سے فرمایا کہ جلدی کھڑی ہو جاؤ اور اپنے چہرے دھو لو۔ عمرؓ آتے ہیں۔" (ایضاً ص ۲۳)

لینت ورقت

لیکن اس کے باوجود وہ صرف ایک خشونت مزاج شخص ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلب میں رقت و نرمی بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور سوز و گداز کے مواقع پر موم کی طرح پگھل جاتے۔ قلب کی آنکھیں بھی اشکبار ہو تیں۔ چنانچہ متمم لبن نویرہ مشہور شاعر سے جب ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کو اپنے بھائی کا مرثیہ پڑھنے کا حکم دیا۔ نویرہ پڑھتے ہوئے جب ان دو شعروں پر پہنچا کہ :

وکنا کند مانی جذیمة حقبة
من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا كاني وما لكا
لطول افتراق لم بنت ليلة معاً

تو حضرت عمرؓ کو بے اختیار اپنے مرے ہوئے بھائی کی یاد آگئی اور رخسار پر آنسو ڈھلک آئے۔ مصنف نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت عمرؓ کو کبھی دوست یاد آجاتے تو قریب میں سننے والے عمرؓ کی زبان سے بار بار سنتے کہ: "ہائے رات کتنی لمبی ہو گئی۔" اور صبح ہوتے ہی نماز پڑھتے اور سیدھے اس دوست کے یہاں پہنچ جاتے۔ معانقہ کرتے اور دوست کی ملاقات سے خوش وقت ہوتے اور پھر ان کی یہ طبعی نرم پسندی انسانوں سے گزر کر جانوروں کے حق میں بھی پوری قوت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی۔ مسیبؓ ابن دارم اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

"ایک روز عمرؓ ایک اونٹ والے کو مارتے ہوئے اور ڈانٹتے ہوئے دیکھے گئے۔ جس نے اپنے اونٹ پر بہت زیادہ بوجھ لاد رکھا تھا۔" (ص ۵٦)

خارشتی اونٹوں کے زخم اپنے ہاتھ سے دھوتے اور ان کی دوا دارو کرتے۔ کہتے تھے کہ: "کہیں تمہارے بارے میں بھی مجھ سے سوال وجواب نہ ہو۔"

محاسبہ: ان کو اپنے محاسبہ کا یہاں تک خیال تھا کہ ہر وقت ان کی زبان پر یہ کلمہ رہتا کہ: "اگر فرات کی موجوں میں بکری کا بچہ بھی مر گیا تو عمر ہی سے اس کے بارے میں حساب وکتاب ہوگا۔" (ص ۵٦)

دنیا کے کاروبار میں محاسبہ اور یہ خیال کہ ہم کو ہمارے افعال واعمال کا حساب وکتاب بھی دینا ہے۔ تقریباً ہر فرد وبشر کے لئے ضروری ہے اور پھر وہ اشخاص ورجال جو عوام کی فلاح وبہبود کی ذمہ داریاں اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر ان کی زندگی میں محاسبہ کا یقین واذعان ثانوی حیثیت رکھتا ہے تو اجتماعی زندگی کو اتنا بڑا دھکا لگتا ہے جس کا تدارک آسان نہیں بلکہ بہت دشوار ہے۔ کمیونسٹ ممالک ہوں یا امپریلزم دوست سلطنتیں، جمہوریت ہو یا ڈکٹیٹر شپ بہر حال ہر جگہ حل وعقد سے تعلق رکھنے والے ارباب اور نظم ونسق کے ذمہ دار اعمال وکردار میں محاسبہ کے یقین کو اس طرح فراموش کیے بیٹھے ہیں کہ ان کی زندگی میں محاسبہ کوئی حقیقت ہی نہیں۔ دنیا کی تباہی وبربادی ارباب سیاست کی اغراض پسندیاں اور اس کارخانہ عالم کا فساد معاشرہ کا اختلال بہت حد تک اسی ترک یقین کا بدیہی نتیجہ ہے۔ فاروقؓ اپنے اعمال کی جواب دہی ایک لابدی امر سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت عمرؓ کا مختصر مگر روشن وتابناک زمانے کا کاروبار بھی صدیوں سے فائق چلا آرہا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ دنیا

اپنی ہمہ جہت اور ہمہ گیر ترقیوں کے باوجود ابن خطاب کی مثالی خلافت کا ادھورا نامکمل خاکہ بھی پیش نہیں کر سکی۔ فرات کی موجوں میں بکری کے بچہ کی غرقابی کو بھی عمرؓ ہی کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ مواخذہ و محاسبہ کے اس یقین کامل کا کیا ٹھکانہ ہے۔ عمرؓ کی اس خصوصیت کا دلچسپ اور عبرت افزا خاکہ پیش کرتے ہوئے مصنف نے یہ عجیب و غریب واقعہ سنایا ہے کہ: "ایک دن زیاد نے حضرت عثمانؓ سے بیان کیا کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں عمرؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابن عمرؓ آئے اور بیت المال سے کچھ لے کر بھاگ پڑے۔ عمرؓ نے چیخ کر کہا پکڑلو اور چھین لو۔ چھیننے والوں نے اس زبردستی سے چھینا کہ عمرؓ کا بچہ زار و قطار دھاڑیں مار کر رونے لگا۔" حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "عمرؓ کی مثال نہیں پاؤ گے۔ عمرؓ کی اب کوئی نظیر نہیں۔ عمرؓ کا نمونہ ملنا بڑا مشکل ہے۔"

اور بات بھی کچھ ایسی ہے کہ اس قرن میں بھی فاروق اعظمؓ اپنی خصوصیات میں یکتا و یگانہ ہی رہے۔ آنحضورﷺ نے بھی کچھ جان پہچان کر ہی آپ کو "عبقری" فرمایا تھا۔

ملکی احوال کا تجسس اور حکام کی خبر گیری

اعمال و کردار میں محاسبہ کے یقین کامل ہی کا نتیجہ تھا کہ عمرؓ اپنے حکام ولاۃ کے اعمال و اقوال کی بھی بڑی تندہی سے خبر گیری کرتے تھے اور ان کی جزئی حالات پر بھی اتنی کڑی نظر تھی کہ کوئی بھی عامل اپنے صحیح حالات و کوائف حضرت عمرؓ سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ امیر المومنینؓ نے اس سلسلہ میں جو اقدامات کئے تھے مصنف نے انہیں کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ ان سب کے ساتھ خود عمال و حکام کو بھی حکم تھا کہ:

"اپنے اپنے صوبوں کو روانہ ہوتے وقت اپنے تمام سامان اور اشیاء کی فہرست مرکزی گورنمنٹ کے سپرد کر کے جائیں اور رخصت کے ایام گھر پر گزارنے کے لئے آئیں تو اپنا تمام سامان مملوکہ پر نظر کرائیں اور دن کے وقت میں مدینہ میں داخل ہوں تاکہ عوام و خواص دیکھ سکیں کہ ان کے پاس کیا کچھ ہے اور کیا نہیں؟۔"

مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ: "اگر مرکزی خلافت کے پاس محفوظ فہرست سے اشیاء کی تعداد بڑھ جاتی تھی تو عمرؓ براہ راست سخت مواخذہ و محاسبہ کرتے اور حکام کو بتانا پڑتا کہ یہ سامان اور دیگر اشیاء آخر کہاں سے حاصل کیں؟۔" (ص ۲۸۲) لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عمرؓ بڑے سخت گیر اور بے موقع و محل تشدد پسند تھے۔ ہرگز نہیں۔ انہوں نے جہاں اپنے عمال و حکام پر یہ پابندیاں عائد کی تھیں تو دوسری جانب اس کی بھی کوشش کی گئی تھی کہ مشاہرہ اتنی بڑی مقدار میں بروقت حکام کی جیب میں پہنچتا رہے جس کے بعد جلب زر کے ناجائز راستے اور زراندوزی کی غیر اخلاقی کی راہیں خود بخود بند ہو جائیں۔ چنانچہ اس کی اطلاع دیتے

ہوئے لکھا ہے کہ:

"حضرت عمار ابن یاسرؓ کو جب کوفہ کا والی منتخب کیا گیا تو ان کا مشاہرہ ۶۰۰ درہم تھا۔ حضرت عثمانؓ ابن حنیف کے ۱۵۰ درہم اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ۱۰۰ درہم ماہوار تنخواہ تھی۔ بکریاں' غلہ کی بڑی مقدار سالانہ اور وقتاً فوقتاً بڑے بڑے عطیات جن کی تعداد بعض اوقات پانچ پانچ ہزار درہم پہنچ جاتی تھی۔ وہ اس مشاہرہ سے علیحدہ رہے۔" (ص ۱۶۱)

حکام کو اس قدر مالی وسعت دینے کے باوجود خود اپنی ذات پر خلافت کے کاروبار سے غیر استحقاقی طور پر ایک کوڑی بھی استعمال کرنے کے روادار نہیں تھے۔ چنانچہ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ امیر المومنین خود اپنے لئے کیا پسند فرمائیں گے تو اسی سوال کے جواب میں فرمایا:

"عمر کے لئے اللہ کے مال سے دو حلوں کے سوا اور کچھ بھی جائز نہیں۔ ایک لباس جو سردی میں کار آمد ہو اور دوسری پوشاک جو موسم گرما میں کفایت کرے۔" (ص ۱۶۱)

بڑی بڑی سلطنتوں کے تاجدار' نام نہاد جمہوری حکومتوں کے وزراء خواہ وہ مرکزی ہوں یا صوبائی' تعیش اور راحت کوشی کی جو پر کیف اور پر سرور زندگی گزار رہے ہیں محاصل اور ہزارہا ٹیکس کے عنوانات پر غریب عوام کی دولت لوٹ گھسوٹ کر دنیا بھر کے لذائذ اور تعیش لوازمات کو بے دھڑک پورا کر رہے ہیں وہ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ فارس وعجم' نوشیرواں اور کسریٰ کی حکومتوں کو الٹنے والا با شوکت و حشمت فاروقؓ اپنی ذات خاص پر عوام کی خون پسینہ کی کمائی ہوئی دولت کس حد تک خرچ کرنے کا روادار تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جو حکومتیں دنیا میں قائم ہوئیں آج کل حکومتوں کے کاروبار میں ان سے سبق نہ لے کر دنیا اپنا بڑا نقصان کر رہی ہے۔

عوام و حکام کا باہمی رشتہ

حکومت متسلطہ کے ذمہ دار اور رعایا کے افراد میں جو کشاکش ہمہ اوقات قائم رہتی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آئے دن ہڑتال' اسٹرائک' ستیہ گرہ' توڑ پھوڑ اور اکثر ملوں اور کارخانوں میں ابتری پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ استبداد پسند گورنمنٹ تو درکنار جمہوری طرز پر کام چلانے والی حکومتیں بھی اس بڑھتے ہوئے مرض کا علاج اور موثر مداوا دریافت کرنے سے تقریباً عاجز ہیں۔ بھوک اور افلاس سے پٹے ہوئے عوام' حکومت کے کاروبار پر منتقمانہ انداز میں حملہ آور ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں کروڑہا بلکہ اربوں روپے کا نقصان سامنے آتا ہے۔

جواب میں حکومت وقت بپھرے ہوئے شیر کی طرح دوڑتی ہے جس سے ہزاروں اور لاکھوں عوام گولیوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ کشتیوں کے پشتے لاشوں کے ڈھیر، خون کی ندیاں، زخمیوں کی چیخ و پکار، یتیموں اور بیوائوں کے نالہ و شیون اور ان حسرت انگیز دہشت خیز آوازوں میں گولیوں کی خوفناک آوازیں ہر وقت اور ہر جگہ سنی جا سکتی ہیں۔ عوام اور حکومتوں میں یہ کشاکش اور منافرت یقیناً اس بات کا نتیجہ ہے کہ دونوں طبقے اپنے حدود اور اپنی ذمہ داریوں سے بالکل ناواقف ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پہلے ہی دن دونوں جماعتوں کو ان کی حقیقی ذمہ داری اور حدود سے واقف کیا۔ چنانچہ مصنف نے لکھا ہے کہ :

"حکام کو بار بار کہتے تم رعایا کے خادم ہو اور عوام کو تنبیہ کرتے کہ یہ تمہارے والی ہیں۔ ان کی اطاعت کرو اور سرکشی و عدوان سے ہرگز کام نہ لو۔"

اور اس کے ساتھ حکام کو یہ بھی بتایا جاتا کہ : "تمہارے اور عوام میں کوئی فرق نہیں اور نہ کوئی امتیاز۔ بجز اس کے کہ تم ان کے امور کے نگران اور ذمہ دار ہو۔" (ص ۱۶۳)

اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب عوام اور ذمہ دار کو بڑی قوت کے ساتھ اپنے اپنے حدود کو پیہم بتایا جا رہا ہے اور وہ بھی سمجھ رہے ہیں تو پھر ملکی ترقی خوش حالی کی کیا حالت ہو گی اور رعایا اور حکام میں یگانگت اور رشتہ اتحاد کس قدر مظبوط و پائیدار ہو گا۔ موجودہ حکومتوں کی بہت سی بے چینیاں عمرؓ کے اس طریق کار پر کاربند ہونے سے یقیناً ختم ہو سکتی ہیں۔

دور رس نگاہ : امیر المومنین کو جو فراست اور سوجھ بوجھ قدرتی طور پر حاصل تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ مفاسد کے چھوٹے چھوٹے بلکہ بڑے حقیر رخنوں پر بھی نظر رکھتے تھے اور اجتماعی و انفرادی زندگی میں جن گوشوں سے بھی برائیوں کے پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہوتا فوری طور پر ان کو بند کیا جاتا۔ چنانچہ ایک شخص کو صرف اس وجہ سے پیٹا گیا کہ وہ اکڑ اکڑ کر چلتا۔ حضرت عمرؓ نے تنبیہ کی تو بولا کہ میں اپنی طبعی رفتار کو بدلنے پر قادر نہیں۔ پیٹا۔ لیکن رفتار وہی رہی۔ پھر پیٹا گیا تو رفتار بدل چکی تھی اور دعا دیتے ہوئے بولا کہ : "امیر المومنین! خداوند تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے شیطان سے پیچھا چھڑا دیا۔" (ص ۲۰۲)

لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو دیکھا جو بیش قیمت لباس پہنے ہوئے بہت اکڑ اکڑ کر چل رہی تھی۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ باندی ہے۔ عمرؓ نے فوراً ہی درہ سے مارا اور کہا کہ :

"شریف اور بڑے گھر کی عورتوں سے مشابہت پیدا کرنے کے لئے اکڑ کر چلتی ہے۔" (ص ۲۰۱)

ایک شخص کو دیکھا گیا کہ سر کو جھکائے ہوئے مصنوعی صوفیانہ انداز میں چلا جا رہا ہے۔ پیچھے سے عمرؓ کا سر پر درہ پڑا اور اس کے ساتھ ایک گرج دار آواز کہ : "سر اٹھا کر چلو۔ زہد و اتقاء اس کا نام نہیں۔"

امیر المومنین کی زندگی کے ان چند واقعات اور مثالوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کی دوربین نظر اور مومنانہ فراست کے حدود اور بال و پر کس قدر وسیع اور کتنے مضبوط تھے۔ چھوٹی سے چھوٹی اور حقیر سے حقیر چیز پر ان کی نظر تھی اور مفاسد کے تعفن انگیز پھوڑوں اور زخموں پر نظر رکھنا اور پھر ان کا کامیاب و موثر مداوا کرنا صرف حضرت عمرؓ ہی کی خصوصیت ہے۔

شاداب مزاج فاروقؓ : مورخین کا قلم فاروقؓ کا سراپا کچھ اس طرح تیار کرتا ہے کہ وہ بہت خشک مزاج اور تشدد پسند اور سخت گیر قسم کے آدمی تھے جن کی طبیعت میں لچک نہیں تھی اور انتہا پسندی کے خاردار تار ان کے حدود اربعہ پر کھنچے ہوئے ہیں۔ اس قلم کاری اور تصور کشی میں یورپ کے متعصب مورخین کے ساتھ اسلام ہی کے حلقے سے وہ ناواقف بھی شریک ہو گئے جن کو فاروقؓ کی عدالت اور انصاف پسندی ایک آنکھ نہیں بھاتی اور چاہتے ہیں کہ زبردستی بلکہ خواہ مخواہ فاروق اعظمؓ کی شخصیت کو کسی نہ کسی عیب اور کسی نہ کسی برائی کے ساتھ ملوث کر چھوڑیں۔ خدا جانے دیوانوں کی یہ جماعت تاریخ کی ان موثق شہادتوں کو جن سے ان کے مزعومات و باطل دعاوی کی تردید ہو رہی ہے تاریخ کے صفحات سے کھرچ کر پھینکنے کی کیا صورت سمجھے وسوچے بیٹھی ہے۔ صاف بات ہے اور بہت بے غبار حقیقت کہ جب تک تاریخ کے صفحات ان حقائق سے مزین و آراستہ ہیں اس وقت تک امیر المومنین فاروق اعظمؓ کے سراپا کو بگاڑنے والے اس جدوجہد میں اپنی ہی شخصیت اور زندگی کے خدوخال بگاڑتے رہیں گے۔ لیکن مقالہ نگار کی یہ معروضات بھی بے انصافوں کے ہنگاموں اور شور و غل میں صدا بصحرا سے زیادہ حیثیت رکھتی ہیں۔

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

اس لئے بہتر یہی ہے کہ مورخین کی تعریضات کے اس سلسلہ کو چھوڑ کر جو یقیناً بے اثر اور غیر مفید ہی ہے ابن خطاب کی سیرت سے چند وہ گوہر پارے سامنے لائے جائیں جن سے انفرادی و اجتماعی زندگی کے جھمیلوں میں معلوم ہو گا کہ اسلام کا یہ غیور فرزند کس درجہ شاداب مزاج اور تر و تازہ طبیعت کا مالک تھا۔ مصنف نے لکھا ہے کہ :

"حضرت عمرؓ شعر و ادب سے بھی کافی ذوق رکھتے تھے۔ ایک رات مکہ کی طرف جانے والے قافلہ میں

شعر پڑھنے کی آواز آئی تو عمرؓ بھی اپنی اونٹنی دوڑاتے ہوئے وہاں جا پہنچے۔ کچھ دیر صبح تک شعر سنتے رہے۔ رات کا آخری حصہ تھا۔ جلد ہی اذان ہو گئی اور آپ نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے۔" (ص ۱۰۵)

اسی طرح امیر المومنین کے شعر و شاعری کے ذوق کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"کبھی کبھی اشعار لہک لہک کر پڑھتے رہتے تا آنکہ صبح ہو جاتی۔" (ص ۱۲۱)

سچ یہ ہے کہ عسکری مزاج فاروقؓ روز و شب کی مسلسل اور انتھک محنتوں اور مشغولیتوں کے بعد ایسے دل کش و دلفریب مشاغل سے لطف اندوز ہونے کے بہت زیادہ ضرورت مند بھی تھے۔ تاہم کم از کم ان واقعات سے اس قدر تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی زندگی پر خشک پسندی و خشونت آمیزی کا الزام غلط ہے۔ یہ تو عمرؓ کی انفرادی زندگی تھی۔ لیکن اجتماعی زندگی کی حد تک تو ان کے یہاں اتنی وسعت ہے کہ شاید ان کی زندگی کے خاص اس رخ کو مکدر کرنے والے کوہ کندن و کاہ بر آوردن سے زیادہ کچھ نہیں پا سکیں گے۔

ابو عبیدہؓ نے لکھا کہ انطاکیہ میں مسلمان فوجوں کو زیادہ دنوں تک ٹھہرنے نہ دیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس شاداب علاقہ کے دلفریب مناظر اور خوش گوار آب و ہوا، رعنائی و دل کشی فوجوں میں تعطل اور سستی پیدا کر دے۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہوا تو مسلمانوں کا عسکری نظام ٹوٹ جائے گا اور جنگی مہارت پر مسلمان بری طرح پٹ جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس سفارش پر جو کچھ تحریر فرمایا سنانے کی صرف وہی چیز ہے۔ لکھا تھا کہ :

"خداوند تعالیٰ نے متقین اور اعمال صالحہ کرنے والے مومنین پر اپنی نعمتیں حرام نہیں کیں۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ: "یا ایھا الرسل کلو من الطیبات وعلموا صالحا انی بما تعملون علیم ۰" (ص ۱۳۷)

یہ ہیں وہ عمرؓ جن کو مورخ کی قلم کاری ایک سخت گیر، متشدد اور تارک الدنیا ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی زندگی میں بڑا توسع تھا اور وہ ہمہ گیر مزاج کے مالک تھے۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ بیت المال کے اموال میں تصرف ذرا بھی جائز نہیں رکھتے تھے۔ اپنے ذاتی اندوختہ سے بڑی فراغت کے ساتھ اپنی ذات پر احباب پر اور اہل و عیال پر خرچ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ ابن الیمان کا بیان ہے کہ ایک روز میں عمرؓ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھے کھانے پر بلایا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے عمدہ روٹی اور بہترین روغن زیتون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپ دنیا کو تو اس کے کھانے سے منع کرتے ہیں اور خود کھا رہے ہیں۔ جواباً فرمایا کہ :

"حذیفہ یہ میرا اپنا مال ہے اور جس سے منع کرتا ہوں وہ مسلمین کے اموال ہیں۔" (حوالہ مذکور)

بات اصل میں وہی ہے کہ سمجھانے والے حضرت عمرؓ کی اسی احتیاط پسندی کو تشدد پسندی اور مصنوعی زہد کا نام دے کر ہر برے عنوان سے سمجھا رہے ہیں۔ ان ستم ظریفوں پر اس سے زیادہ کیا کہا جا سکتا ہے :

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

تیر اندازی اور شہسواری

حضرت عمرؓ کی مشہور بلکہ شہرہ آفاق شجاعت و بہادری غیر معمولی قوت جسم جس کے واقعات عوام کی زبانوں پر بھی سنے جاتے ہیں۔ یہ ان کی وہی جلادت اور قوت ہے جس سے اسلام کو بھی بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ مصنف نے اس سلسلہ میں یہ بھی ایک عجیب دلچسپ روایت سنائی ہے کہ عمرؓ چاہتے تھے کہ مسلمان بچوں کو بھی پہلے دن سے بہادری اور شجاعت کے سبق پڑھائے جائیں تاکہ امت میں ہر وقت خالدؓ و ابو عبیدہؓ عمرو بن عاصؓ جیسے مشہور اور بے باک جرنیل پیدا ہوتے رہیں اور ایک کھیپ کے بعد دوسری کھیپ سامنے آ کر جانے والوں کی جگہ لیتی رہی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :

"حضرت عمرؓ کو اصرار تھا کہ مسلمان بچوں کو شہسواری' تیر اندازی کی تعلیم مکمل طور پر دی جائے۔"

اگر پچھلے اسی زریں اصول پر عمل کرتے رہے تو مسلمانوں کی تاریخ میں واجد شاہ اور محمد شاہ کے ایسے قصوں کے بجائے جن میں نسوانیت کے شرمناک اور عبرتناک مواقع بکثرت آتے ہیں ہمت و بے باکی شجاعت و بہادری کے انمٹ تذکرے نظر آتے۔ واجد علی شاہ کی لطف اندوزیاں اودھ کی حکومت کا تختہ نہ الٹتیں اور مغلیہ خانوادہ کی عیش سامانیاں مسلمانوں کو بے تخت و تاج نہ بناتیں۔ ایک طرف دوسری قومیں فتح و سربلندی کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی خصوصیات ان کی بداعمالیوں کے سبب دوسری قوموں کا طرہ امتیاز بن رہی ہیں۔ اس پر کیا کہا جا سکتا ہے سوائے اس کے کہ :

غنی روز سیاہ پیر کنعاں راتما شاکن
که نوردین اش روشن کند چشم زلیخا را

بہرحال یہ تھے وہ عمرؓ جو اسلام کا غیور فرزند ہے۔ اسلام کے انقلاب آفریں دور کا سنگ میل ہے جس کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لئے حصن حصین تھا اور جس کی وفات نے ایک مثالی حکومت' ایک انصاف پسند خلافت اور ایک بیدار مغز سیاست کا دور ختم کر دیا۔ بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عمرؓ کی موت پر بالکل صحیح کہا تھا کہ : ان موت عمر ثلمته فی الاسلام لا ترتق الی یوم القیامة!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ماہنامہ
لولاک
ملتان
مارچ 2003ء
محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
مناقب حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ
مرتے وقت پیشانی پر پسینہ آنا
چک بھوڑو میں قادیانی قتل کیس کا فیصلہ
مسلمانوں کو باعزت طور پر بری کر دیا گیا!
سندھ پنجاب اور سرحد میں قادیانیوں کا قبول اسلام
قادیانی جارحیت اور غنڈہ گردی